مکہ اور مدینہ منورہ میں

مناظرات

مؤلف:

حجة الاسلام آقای عبد الکریم الحسینی القزوینی

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

کتاب: مکہ اور مدینہ منورہ میں مناظرات

مؤلف: حجۃ الاسلام آقای عبد الکریم الحسینی القزوینی

مترجم: عمران سہیل

ناشر: موسسۂ امام علی

طبع: اول

تعداد 2000

سال چاپ: ۱۴۲۷ھ ق (۱۳۸۵ش)

چاپخانہ: ستارہ

موسسۂ امام علی

مقدمہ

محترم قارئین، آپ کے ہاتھوں میں موجود کتابچہ اس سلسلہ معارف کی چوتھی کڑی ہے جن کو اب تک ہم نے خدا وند متعال کی توفیق و مدد سے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا ہے اَور یہ کتابچہ ایک ایسے آزاد مکتب ومنبر کی حیثیت رکھتا ہے جو اَپنے نہایت ہی سلیس اورآسان اسلوب بیان سے ایسے افراد سے مخاطب ہے ،جو روشن فکر اور عقل سلیم کے مالک ہیں کیونکہ اسکے مخاطب امت محمدی (ص) کے ایسے افراد ہیں جو اَپنی وحدت ویگانگت ، روشن فکری، اَور دوراندیشی کی بنا پر خالصانہ فکر کے مالک ہیں اَور ان خصوصیات کی وجہ سے خداوند عالم نے انہیں تمام امتوں کے درمیان حاکم، قاضی اَورزمین و آسمان کے درمیان رسالت وسطیٰ پر فائز قرار دیتے ہوئےیوں ارشاد فرمایا:

(وکذالک جعلناکم امۃوسطاًَ لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداًَ) [1]

"اس طرح تم کو عادل امت بنایا تاکہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو اور رسول(ص) تمھارے مقابلہ میں گواہ بنیں"

یہ موجودہ کتابچہ اُن شبہات اَور اعتراضات کا جواب ہے جوایسے افراد کی طرف سے پیش کیۓ گئے ہیں جو دین و عقل جیسی خدا کی نعمت سے خالی اورحتی کہ نر و مادہ کے درمیان تفریق سے بھی عاجز ہیں ۔گویا خدا وند عالم نے انہیں اہلبیت(ع) کے مذھب پراعتراضات وشبہات کرنے کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ان کے اس افتراء و کذب کا کام اس قدر آگے بڑھ چکا ہے کہ اَب اِن شبہات کو علی الاعلان پرٹیلی ویژن،انٹرنیٹ، اورحج عمرہ کے ایام میں بھی پیش کیا جانے لگا ہے۔

اس وجہ سے ہم نے ان حضرات کے شبہات سننے اوران کا تسلی بخش جواب دینے کے بعد، اس کو اس کتابچہ کی صورت میں نشرکرنے کا اہتمام کیا تاکہ ہم فکری جمود کے شکار اس گروہ کے اعتراضات کا جواب دیںاور بحث و مناظرہ کا ایسا طریقہ اختیار کریں کا جس کا قرآن نے حکم دیا ہے، اُن کے اذھان و افکار سے ان شبہات کو زائل کریں شاید یہ لوگ راہ ہدایت کی طرف لوٹ آئیں،

(أدع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن) [2]

"(اے رسول)تم (لوگونکو)اپنے پرورگار کے راستہ کی طرف حکمت اَور اَچھی نصیحت کے ذریعہ سے دعوت دو اور بحث و مباحثہ کرو بھی تو اس طرےقہ سے جو (لوگونکے نزدیک)سب سے اچھا ہو، "

اب یہ تین اعتراضات اور انکے جوابات آپ کی پیش خدمت ہیں۔

"پہلا اعتراض"

<۱>

<ستفترق امتی الی ثلاثۃوسبعین فرقۃً کلھا فی النار الآفرقۃ واحدۃھی الناجیہ(النبی الکریم)

"عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گئی، سب کا ٹھکانہ جھنم ہے سوائے ایک فرقہ کے، وہی فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) ہے

"کون سا فرقہ، فرقہ ناجیہ (نجات یافتہ) ہے"؟

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حج و عمرہ کرنے والے شخص کا سامنا تنگ نظر، جاہل و احمق نیز جھوٹ اور بہتان باندھنے والے ایسے افراد سے ہوتا ہے جن کے نزدیک اسلام کی تعریف صرف لمبی داڑھی، اُونچا پائجامہ، اور منہ میں مسواک رکھنا ہے۔ جبکہ اسلام کی دوسری اہم و چیدہ تعلیمات و احکام کو وہ کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اس کے باوجود وہ اپنے خیال خام میں یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام انجام دے رہے ہیں ۔

خداوند کریم نے ایسے افراد کو قرآن میں ان الفاظ سے یاد کیا ہے:

(الذین ضلّ سعیھم فی الحیوۃ الدنیا و ھم یحسبون انھم یحسنون صنعاً) (3)

"وہ ایسے لوگ (ہیں) جن کی دنیاوی زندگی کی سعی و کوشش سب اکارت ہو گئی اور وہ اس خام خیالی میں ہیں کہ وہ یقینا اچھے کام کر رہے ہیں"

لیکن اُن کا یہ عمل اور مومنین کرام پر افتراء و بہتان انہیں ذیل کی آیت کا مصداق بناتا ہے۔

(انہ کان فاحشۃومقتاً و ساء سبیلاً) (4)

" وہ بدکاری اور (خدا کی) ناخوشی کی بات ضرور تھی اور بہت برا طریقہ تھا"

بہتان وافتراء ایسی مذموم صفت ہے جس کے بارے میں قرآن یوں خبر دیتا ہے:

(انما یفتری الکذب الذین لا یومنو ن بآیات اللہ واولٓئک ھم الکاذبون) (5)

"جھوٹ و بہتان تو پس وہی لوگ باندھا کرتے ہیں جو خدا کی آےات پر ایمان نہیں رکھتے اور (حقیقت امر یہ ہے کہ) یہی لوگ جھوٹے ہیں"

میرے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کی تفصیل کچھ اسطرح ہے کہ جب میں مکہ مکرمہ کے مسجد الحرام میں عبادت میں مصروف تھا، کہ ایک شخص جس کی داڑھی لمبی او اُنچا کرتا، منہ میں مسواک چباتا ہوا، بغیر سلام کیے میرے پہلو میں آبیٹھا، جبکہ سلام کرنا تمام

مسلمانوں کے نزدیک سنت نبوی ہے اُس کا نفرت آمیز کریہ المنظرچہرہ اُس کے پنہان کینے کی نشاندہی کر رہا تھا اس نے مخاطب ہو کر کہا کیا تم شیعہ عالم دین ہو؟

میں نے جواب میں کہا: خداوند متعال نے مجھے اپنے احکام و تعلیمات کا متعلم قرار دیا ہے۔

تو اس نے کہا تم لوگ گمراہی پر ہو۔

میں نے اُس سے استفسار کیا: تم کو یہ کیسے معلوم کہ ہم لوگ گمراہی پر ہیں ؟ تو اُس نے جواب دیا کیونکہ پیغمبر نے فرمایا:

<ستفترق اُمتی الی ثلاثۃو سبعین فرقۃ کلھا فی النار الّا واحدۃ ھی الناجیۃ>[6]

"عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گئ، سوائے ایک فرقہ کے سب کا ٹھکانہ جھنم ہے وہی ایک فرقہ ، فرقہ ناجیہ(نجات پانے والا ہے)[7]

پھراس نے کہا ہم ہی وہ فرقہ ناجیہ(نجات پانے والا) ہیں ۔

میں نے اس سے کہا : میں کہتا ہوں وہ فرقہ ناجیہ ہم ہیں ۔ہر فرقہ اورہر گروہ کا یہی دعوی ہے کہ نجات پانے والے گروہ کا تعلق اس سے ہے۔ صوفیت، وہابیت، قادیانیت، اہل سنت، اور شیعہ میں ہر ایک کا یہ کہنا ہے کہ فرقہ ناجیہ ہم ہیں لہٰذا یہ کوئ مسئلہ کا حل نہیں ۔جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

"کل یدعی وصلاً بلیلیٰ ولیلیٰ لا تقر لھم بذاکا"

"ہرایک کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی لیلیٰ تک رسائی ہے، درحالانکہ لیلیٰ نے کسی مدعی کے لیے اس بات کا اعتراف نہیں کیا کہ میں اس کی ہوں"

جب آپ ےہ جاننا چاہتے ہیں کہ فرقہ ناجیہ سے مراد کون لوگ ہیں تو ضروری ہے کہ اُس قرآن کی طرف رجوع کیا جائے جو ہمارے دین کی اصل ہے، اُس وقت یہ اللہ کی کتاب ہماری اس بات کی طرف رہنمائی کرےگی کہ فرقہ ناجیہ سے مراد کون لوگ ہیں اُس شخص نے پوچھا وہ کےسے؟ میں نے کہا قرآن کا یہ ارشاد ہے :

(فاِن تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول اِن کنتم تومنون باللہ والیوم الآخرذلک خیر و احسن تاویلا)[8]

"اگرتم کسی بات پر جھگڑا کروپس اگرتم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس امر میں خدا اور اُس کے رسول کی طرف رجوع کرو پس (تمہارے حق میں) بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے"

اس آیت کریمہ میں ہمیں خدا اور رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس بنا پر ہم خداوند عالم سے ہی اس چیز کی وضاحت چاہیں گے کہ فرقہ ناجیہ سے مراد کون سا فرقہ ہے؟ تو اس وقت ہمیں خدا کی مقدس وغالب کتاب سے یہ جواب ملے گا

(ماآتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا)[9]

"جو تم کو رسول دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اُس سے باز رہو"

اس آیت میں خدا ئے تعالیٰ نے رسول اکرم کیطرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ آپ ہی الٰہی بیان کے رسمی اور قانونی نمائندے ہیں۔اسی وجہ سے آپ وحی خدا کے بغیر اَپنی زبان کو جنبش نہیں دیتے تھا اور اللہ کا ارشاد ہے:

(وما ینطق عن الھویٰ اِن ھو الّا وحی یوحی) [10]

" اَور وہ تو اَپنی خواہشات نفسانی سے کچھ بولتے ہی نہیں وہ تو بس وہی بولتے ہیں جو وحی ہوتی ہے"۔

تو بس اب ہم پیغمبر اکرم کی خدمت اقدس میں دست بستہ یہ عرض کریں گے کہ اے اللہ کے رسول !خداوند عالم نے ہمیں آپ سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے لئے یہ معین اور واضح فرما دےں کہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہے؟

اس سوال کے جواب میں پیغمبر اپنے متعدد واضح اور روشن فراین کے ذریعہ ہمارے لئے فرقہ ناجیہ کا تعین فرماتے ہیں ، جیسا کہ آپ کا فرمان ہے:

(حدیث اول)

<مثل اھل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا غرق وھوٰی >[11]

"تمہارے درمیان میرے اہل بیت (ع) کی مثال حضرت نوح(ع) کی کشتی کے مانند ہے،جو اس پر سوار ہو گیا نجات پا گیا ،اور جس نے اس کشتی پر سوار ہونے سے روگردانی کی وہ غرق و ہلاک ہو گیا "

پیغمبر اکرم (ص) کی اس حدیث مبارک سے درجہ ذیل امور کا استفادہ ہوتا ہے:

۱۔ فرقہ ناجیہ کا تعلق صرف اہلبیت(ع) کے مذہب کے ساتھ ہے۔کیونکہ پیغمبر نے فرمایا:"من رکبھا نجا"جو اس کشتی اہل بےت (ع) پر سوار ہوگا وہ نجات پائے گا۔ لہٰذا نجات کا دارو مدار اہلبیت(ع) کی اتباع و پیروی پر ہے۔

۲۔ اہلبی(ع)ت کے مذہب سے اختلاف ہونے کی صورت میں بھی اہلبیت (ع) کے علاوہ کسی دوسرے کی اتباع و پیروی کرنا جائز نہیں ،کیونکہ پیغمبر اکرم نے فرمایا:"ومن تخلّف عنھا غرق وھوٰی"جس نے اس کشتی نجات سے روگردانی کی اور سوار ہونے سے انکار کیا وہ ہلاک ہو گیا"

لہٰذا اختلاف کی صورت میں بھی کسی طرح ان ہستیوں کے علاوہ کسی سے تمسک کرنا جائز نہیں ہے۔اس بنا پر اگر حنفی،شافعی،مالکی،اور حنبلی کا مذہب اہلبیت (ع) کے ساتھ احتلاف ہو جانے کی صورت میں کسی بھی طرح ایک ایسا مسلمان جوخود کوقرآن و سنت رسولکا پیرو کہتا ہے اسکے لئے پیغمبر کے اس واضح و روشن فرمان کہ جس کی حقانیت میں اصلاً کسی کے لئے

شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، مخالفت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول نے اہلبیت(ع) سے تخلّف و دوری کو "غرق و ھوٰی" (غرق وہلاکت) سے تعبیر فرمایا ہے۔

(دوسری حدیث)

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

<النجوم اَمان لاھل الارض من الغرق واھل بیتی اَمان من الاختلاف فی الدین فاذا خالفتھا قبیلة من العرب اختلفوا فصاروا من حزب ابلیس> [12]

"(آسمان) کے ستارے اہل زمین کے لئے، تباہی وہلاکت سے امان کا سبب ہیں اور میرے اہلبیت(ع) ان کے لئے دین میں اختلاف سے امان کا سبب ہیں پس جب کوئی عرب کا قبیلہ ان اہلبیت (ع) کی مخالفت کرے گا تو وہ پراگندگی کا شکار ہو کر شیطان کے گروہ کا حصہ بن جائے گا"۔

رسول اعظم کے اس پاک کلام سے درجہ ذیل نکات کا استفادہ ہوتا ہے۔

۱۔ اہل بیت(ع) کے قول وگفتار پر عمل اُمت کے درمیان اختلاف سے امان کا سبب ہے۔جب سب لوگ پیغمبر کے اس فرمان "اہل بیتی امان من الاختلاف" پر عمل پیرا ہو جائیں تو یہ وحدت اور اتحاد بین المسلمین کا سبب ہو گا۔

۲۔ مذہب اہل بیت (ع) سے دوری اور انکی مخالفت مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اور اختلاف کا سبب ہے کیونکہ پیغمبر اکرم نے خود اس کی طرف ان الفاظ میں "فاذا خالفتھاقبیلة من العرب اختلفوا" (جب عرب کا کوئی قبیلہ اہلبیت(ع) رسول کی مخالفت کرے گا وہ پراگندگی و اختلاف کا شکار ہو جائے گا)، ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔

۳۔ مذہب اہلبیت(ع) کی مخالفت اور انسے دوری خدا اُور اس کے رسول سے دوری کا سبب ہے ۔ جو شخص خدا اُور اس کے رسول سے دور ہو جائے تو وہ شیطان کا قرین اور ساتھی ہے، جیسا کہ خود رسول اکرم نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "فصارو من حزب ابلیس" (اختلاف کی صورت) میں شیطان کے گروہ میں شامل ہو جائے گا"۔

(حدیث سوم)

پیغمبر اکرم (ص) کا فرمان ذیشان ہے۔

<انی مُخلف اَو تارک فیکم الثقلین ، کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی مااِن تمسکتم بھما لن تضلّو بعدی اَبداً>

"میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری عترت جو میرے اہل بیت(ع) ہیں اگر تم ان دونوں سے متمسک رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔"

کتاب مسند احمد بن حنبل میں یہی حدیث درجہ ذیل الفاظ کے ساتھ ذکر ہوئی ہے۔

<عن ابی السعید الخدری قال:قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ انی قدترکت فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلّوا بعدی:احدھما اکبر من الآخر، کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی الّا انھما لن یفترقا حتیٰ یردا علیَّ الحوض>[13]

(ترجمہ)"حضرت ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرم نے فرمایا:میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم ان دونوں سے متمسک رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے، ان میں سے ایک دوسرے سے افضل و برتر ہے،(ایک)اللہ کی کتاب جو اللہ کی رسی ہے اور آسمان سے لیکر زمین تک کھینچی ہوئی ہے (دوسرے)میرے اہل بیت علیہم السلام، یہ دونوں اس وقت تک جدا نہیں ہوں گے جب تک حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ جائیں"۔[14]

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور کا استفادہ ہوتا ہے:

۱۔ قرآن اور اہلبیت(ع) سے تمسک کی صورت میں گمراہی و ضلالت سے نجات کی ضمانت موجود ہے جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا:

"ماان تمسکتم بھما لن تضلّوا بعدی ابدا"[15]

"جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز تم میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے"

۲۔ قرآن اور اہل بیت (ع) کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے اور یہی تعلق اور پیوند ضلالت و گمراہی سے نجات کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا کوئی بھی رسول خدا کے اس قول کی روشنی میں ان دونوں کے درمیان تفرقہ و جدائی نہیں ڈال سکتا:

"اَنھمالن یفترقا حتی یردا علیَّ الحوض" یہ قرآن و اہلبیت(ع) آپس میں کبھی جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔

رسول اکرم کی حدیث کے اسی جملہ کو حضرت مہدی(ع) کے وجود اقدس پر دلیل کے طور پر بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اس زمانے میں قرآن کے قرین اہلبیت(ع) میں سے حضرت قائم آل محمد(ع) ہیں ، مثلاً اسی چیز کو پیغمبر اکرم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"و انھما لن یفترقاحتی یردا علیَّ الحوض" یہ قرآن و اہلبیت(ع) آپس میں کبھی جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے حاضر ہوں گے۔

۳۔ رسول کا یہ جملہ "انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی "کہ میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک قرآن اور دوسرے میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں "رسول کی زبان سے یہ کلام کسی قلبی میلان یا دلی خواہش کی بنا پر جاری نہیں ہوا، کیونکہ آپ تو وحی کے بغیر کلام ہی نہیں کرتے تھے۔ (وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الّا وحی یوحیٰ) [16]

" اَور وہ تو اَپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں یہ وہی بولتے ہیں جو ان کی طرف وحی ہوتی ہے"

۴۔ پیغمبر اکرم کی نظر میں اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ قرآن کا قرین اور محافظ کوئی اور نہیں تھا۔ اگر کوئی اور ہوتا تو آپ ضرور اُس کا ہم سے تعارف کراتے۔

۵۔ نبی اکرم نے فرقہ ناجیہ کی وضاحت کے سلسلہ میں فقط انہیں احادیث پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ مختلف مقامات پر متعدد احادیث میں نجات پانے والے فرقہ کے متعلق صاف طور پر تاکید فرمائی ہے۔ جیسا کہ کنز العمال میں ذکر ہوا ہے کہ پیغمبر نے فرمایا:

"جب لوگ اختلاف اور تشطّط (تفرقہ) کا شکار ہو جائیںتو ایسی حالت میں یہ (علی) اور ان کے اصحاب حق پر ہوں گے۔ [17]

۶۔ صاحب کنز العمال نے پیغمبر اکرم سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے بعد فتنہ وفساد برپا ہوگا، جب ایسا ہو تو علی ابن ابی طالب سے متمسک رہنا کیونکہ وہ حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ [18]

۷۔ کنز العمال میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اے عمار! اگر تم یہ دیکھو کہ علی (ع) کا راستہ، لوگوں کے راستے سے جدا ہے تو علی (ع) کی پیروی کرتے ہوئے اُن ہی کا راستہ اختیار کرنا اور لوگوں کو چھوڑ دینا، کیونکہ علی کبھی بھی تمہیں گمراہ نہیں کریں گے اور ہدایت سے دور نہیں ہونے دیں گے"۔ [19]

اس کے علاوہ بھی پیغمبر سے متعدد احادیث منقول ہیں جو فرقہ ناجیہ کی تشخیص و تعیین کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

پھر میں نے اس معترض شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اگر تم نجات پانے والے فرقہ کے راستہ پر گامزن ہونا چاہتے ہو تو تجھے اس سلسلہ میں قرآن اور سنت رسول کی پیروی کرنا چاہیے، اگر تو نے قرآن و سنت کے مطابق عمل کیا تو نجات کا راستہ اختیار کر لیا ہے ورنہ تیرا شمار اُن افراد میں ہو گا جن کو خداوند عالم نے اس عنوان سے تعبیر فرمایا ہے:

(واذاقیل لھم تعالو الی ما انزل اللہ و الی الرسول رأیتَ المنافقین یصدون عنک صدوداًً) [20]

ترجمہ "اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ کتاب خدا (وہ کتاب جو اللہ نے نازل کی ہے) اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو تو تم منافقین کی طرف دیکھتے ہو کہ جو تم سے منہ پھیرے بیٹھے ہیں"

"دوسرا اعتراض"

<۲>

کیا دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے؟

جمع بین الصلاتین

خداوند عالم کی توفیق سے عمرہ مفردہ ادا کرنے کے بعد جب میں حرم نبوی میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک پستہ قد، اُونچا لباس، اور لمبی داڑھی والا، زبان دراز عجیب الخلقت شخص بہت ہی طمراق اور سخت متکبرانہ لہجے میں میری طرف یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا -: تم اہل تشیع اصلاً نماز عصر اور عشاء کو انجام ہی نہیں دیتے ہو کیونکہ تم ان نمازوں کے وقت سے پہلے ان کو پڑھ لیتے ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم ظہر و عصر، مغرب و عشاء، کو ایک ساتھ (ایک وقت میں) پڑھتے ہو، حالانکہ یہ حرام اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

مذکورہ اعتراض کا جواب:

میں نے فوراً اسے یہ جواب دے ا کہ آپ فتویٰ دینے میں جلد بازی سے کام نہ لیں، کیونکہ جلد بازی کرنا شیطانی عمل ہے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ ظہر و عصر، مغرب و عشاء کا بیک وقت جمع کرنا حرام ہے، نیز قرآن اور سنت رسول کے خلاف ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں اس کو دلیل سے ثابت کردوں، اور آپ کے سامنے حق و واقعیت کو پوری طرح واضح کر دوں، یا پھر آپ میرے مدعیٰ کے بر عکس قرآن و سنت سے دلیل پیش کریں۔ میری اس بات پر اس نے بڑی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا اگر تمہارے پاس اس سلسلہ میں قرآن و سنت سے کوئی دلیل موجود ہے تو اس کو پیش کرو۔

(پہلی دلیل)

"قرآن کی واضح و صریح آیت"

قرآن مجید کی ظاہری آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز پڑھنے کا وقت محدود و مقرر ہے: اللہ کا ارشاد ہے:

(اقم الصلاہ لدلوک الشمس الی غسق الیل وقر ء آن الفجر اَ ن قرء آن الفجرکان مشھودا)[21]

ترجمہ" (اے رسول) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز (ظہر، عصر، مغرب، عشاء) پڑھا کرو اور نماز صبح (بھی) کیونکہ صبح کی نماز پر (دن اور رات کے فرشتونکی) گواہی ہوتی ہے۔

آیت کریمہ میں نماز کے تین اوقات بیان کئے گئے ہیں اور وہ تین اوقات نماز یہ ہیں :

۱۔ دلوک الشمس، (سورج ڈھلنے کا وقت) یہ نماز ظہر و عصر کا مشترک اور مخصوص وقت ہے۔

۲۔ الیٰ غسق الیل، (رات کے اندھیرے تک) یہ نماز مغرب و عشاء کا مشترک و مخصوص وقت ہے۔

۳۔ قرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھودا' اس سے نماز فجر کا وقت مراد ہے۔ پس اس آیت شریفہ میں وقت کی تعیین کے سلسلہ میں واضح طور پر حکم بیان کردیا گے ا ہے کہ نماز کے لئے یہ تین اوقات مقرر ہیں ۔

یہ ایک کلی اور عام حکم ہے جس کا آیت مذکورہ سے استفادہ ہوتا ہے۔

(دوسری دلیل)

"سنت رسول "

پیغمبر اکرم سے بہت زیادہ ایسی روایات وارد ہوئی ہیں جو واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ ظہر و عصر، مغرب و عشاء کو ایک ساتھ جمع کرنا جائز ہے۔چاہے وہ جمع تقدیمی ہو جیسے ظہر و عصر کے درمیان اس طرح جمع کرنا کہ نماز ظہر کو بجا لانے کے فوراً بعد نماز عصر کو ادا کیا جائے، یا جمع تاخیری ہو، جیسے نماز ظہر کو تاخیر اور دیر سے نماز عصر کے مخصوص وقت سے پہلے ادا کرنا اور پھر نماز عصر کو بجا لانا۔

اہلسنت کی معتبر احادیث کی کتابوں میں رسول اکرم سے نقل شدہ روایات سے ان دونوں قسم کی جمع (تقدیمی وتاخیری) کا استفادہ ہوتا ہے۔بطور نمونہ کچھ روایات درج ذیل ہیں :

النووی کی صحیح مسلم جلد۵ ص۲۱۳، باب الجمع بین الصلاتین، میں درج ذیل احادیث ذکر ہوئی ہیں

(۱) یحیٰ بن یحیٰ نے ہمیں بتایا کہ میں نے مالک کے سامنے اُس حدیث کی قرات کی جسے زبیر نے سعید ابن جبیر سے، اور انہوں نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں :رسول نے نماز ظہر و عصر، اور مغرب و عشاء بغیر کسی خوف اور سفر کے اکٹھا ادا کی ہے"

(۲) احمد بن یونس اور عون بن سلام، دونوننے زھیر سے نقل کیا ہے اور ابن یونس یہ کہتے ہیں کہ زھیر ابو الزبیر نے سعید ابن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس سے نقل کیا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ : پیغمبر اکرم نے مدینہ میں بغیر کسی خوف و سفر کے نماز ظہر و عصر کو ایک ساتھ انجام دیا۔ابو الزبیر نے کہا کہ میں نے سعید ابن جبیر سے سوال کیا کہ : پیغمبر اکرم نے ایسا کیوں کیا؟ تو سعید ابن

جبیر نے جواب میں کہا: میں نے یہی سوال ابن عباس سے کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ: پیغمبر چاہتے تھے کہا اپنی امت کو سختی اور تنگی میں بتلا نہیں کرنا چاہتے تھے"

(۳)ابو الربیع الزہرانی نے حمابن زید سے، انہوں نے عمر بن دینار سے، اور انہوں نے جابر بن زید سے، اور انہوں نے ابن عباس سے یہ حدیث نقل کی ہے ابن عباس کہتے ہیں: پیغمبر اکرم نے مدینہ میں ظہر وعصر، کی آٹھ رکعات اور مغرب وعشاء کی سات رکعات ایک وقت میں انجام دی ہیں "

(۴)بخاری نے اپنی صحیح میں باب " العشاء والعتمہ" میں اپنے قول کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے؛ کہ بخاری نے بطور مرسل (با حذف سلسلہ سند) ابن عمیر، ابو ایوب اور ابن عباس سے نقل کیا ہے: رسول اکرم نے مغرب و عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھی ہے۔[22]

(۵)جابر بن زید ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: کہ پیغمبر اکرم نے مغرب کی سات رکعات اور عشاء کی آٹھ رکعات کو ایک وقت میں انجام دیا ہیں۔[23]

(۶)ترمذی نے سعید ابن جبیر کی ابن عباس سے نقل کردہ روایت ذکر کی ہے؛ ابن عباس کہتے ہیں: پیغمبر اکرم نے مدینہ میں بغیر کسی خوف اور بغیر بارش کے نماز ظہر و عصر، مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھا، اس کا بعد وہ کہتے ہیں کہ جب ابن عباس سے یہ پوچھا گیا کہ پیغمبر نے ایسا کیوں کیا ؟ تو انہوں نے جواب دیا پیغمبر چاہتے تھے کہ ان کی امت کے لئے عسر و حرج لازم نہ آئے۔[24]

(۷)نسائی نے اپنی سنن میں سعید ابن جبیر کی ابن عباس سے نقل کردہ روایت کو ذکر کیا ہے کہ پیغمبر اکرم مدینہ میں بغیر کسی خوف وباران کے ظہر و عصر، مغرب وعشاء کی نمازوں کو ایک ساتھا ادا کرتے تھے۔جب اُن سے پوچھا گیا؟ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو ابن عباس نے جواب دیا: تاکہ اُن کی اُمت مشقت و سختی میں بتلا نہ ہو۔[25]

(۸) نسائی نے جابر بن زید کی ابن عباس کے واسطہ سے نقل کردہ حدیث بھی ذکر کی ہے؛ کہ بصرہ میں پیغمبر اکرم نے بغیر کسی عذر کے نماز ظہر وعصر، مغرب و عشاء کو بغیر کسی فاصلہ کے ادا کیا، اور ابن عباس کو یہ خیال آیا کہ انہوں نے مدینہ میں پیغمبر کی اقتداء میں نماز ظہر و عصر کے آٹھ سجدونکو پے در پے ادا کیا ہے۔[26]

(۹)عبدالرزاق نے عمرو بن شعیب، اور انہوں نے عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے عبداللہ بن عمر کہتے ہیں "پیغمبر اکرم نے ہمارے سامنے بغیر سفر (حالت حضر) کے ظہر و عصر کی نمازوں کو ایک ساتھا نجام دے ا ہے تو ایک شخص نے ابن عمر سے پوچھا؟ آپ کی نظر میں پیغمبر نے ایسا کیوں کیا؟ تو اُنہوں نے جواب دیا تا کہ امت محمدی کو حرج و مشقت کا سامنا نہ کرنا پڑے، خواہ اس کی سہولت وآسانی سے کسی ایک فرد ہی کو فائدہ پہونچے"[27]

(۱۰) البزار نے اپنی مسند میں ابو ھریرہ سے نقل کیا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا: پیغمبر اکرم نے مدینہ میں بغیر کسی خوف کے دو نمازوں کو ایک ساتھ جمع کیا ہے" (28)

(۱۱) الطبرانی نے اپنی سند سے عبداللہ بن مسعود کی نقل کردہ روایت کا تذکرہ کیا ہے کہ جب پیغمبر نے مدینہ میں ظہر و عصر، مغرب و عشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ انجام دیا تو آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو اللہ کے رسول نے جواب دیا: میری اُمت سختی اور مشقت میں بتلاء نہ ہو" (29)

(تیسری دلیل)

"فضیلت کے وقت نماز ادا کرنا مستحب ہے"

ہر نماز کا ایک خاص وقت ہے جس میں نماز ادا کرنا مستحب ہے اور اس وقت کو فضیلت کا وقت کہا جاتا ہے۔ مثلاً نماز ظہر کی فضیلت اور اسکے استحباب کا وقت " سورج کے زوال کے بعد جب شاخص کا سایہ اُس کے برابر ہو جائے۔ اسی طرح نماز عصر کی فضیلت کا وقت ،جب شاخص کا سایہ اس کے دو برابر ہو جائے۔ روایات کے مطابق یہ وہ اوقات ہیں جن میں مومن کے لئے فضیلت کے اوقات میں نماز بجا لانا مستحب ہے لیکن مسلمان کے لئے نماز عصر اور عشاء کو تاخیر و دیر سے پڑھنا جائز ہے یعنی اُن کے فضیلت کے اوقات میں ادا نہ کرے، تو اسکی نماز صحیح ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ان نمازوں کو فضیلت کے وقت ادا نہیں کیا جو ایک مستحب عمل تھا۔ مثلاً جیسے کوئی شخص نماز عصر کو اس کے فضیلت کے وقت (کہ جب شاخص کا سایہ اس چیز کے دو گنا ہو جائے) بجا نہ لائے۔

لیکن کچھ اسلامی فرقوں نے نماز کو اُن کے متعارف یعنی فضیلت کے اوقات میں نماز بجا لانے کو ضروری سمجھ لیا ہے جبکہ اس سے عسر و حرج اور مشقت لازم آتا ہے جس کی احادیث میں نفی کی گئی ہے۔ جیسا کی سنن ترمذی میں سعید ابن جبیر کی ابن عباس سے نقل کردہ روایت ذکر ہوئی ہے: پیغمبر اکرم نے مدینہ میں کسی خوف و بارش کے بغیر نماز ظہر و عصر، مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھا۔ اور جب ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا: پیغمبر چاہتے تھے کہ ان کی امت کے لئے آسانی ہو، اور وہ عسر و حرج کا سامنا نہ کرے۔ (30)

دوسری بات یہ ہے کہ وقت کی تقسیم بندی کچھ اسطرح ہے:

(۱) نماز ظہر و عصر کا مخصوص وقت۔ نماز ظہر کا مخصوص وقت، سورج کے زوال کے بعد اتنی مقدار میں ہے کہ جس میں انسان ظہر کی چار رکعت نماز ادا کر سکے اور نماز عصر کا مخصوص وقت ، سورج کے غروب ہونے سے پہلے اتنی مقدار میں ہے کہ جس میں عصر کی چار رکعت ہی بجا لائی جا سکے ۔

نماز ظہر و عصر کا مشترک وقت۔ زوال کا وقت ہوتے ہی ظہر کی چار رکعات ادا کرنے سے ظہر و عصر کا مشترک وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور مغرب کی نماز کا وقت شروع ہو جانے کے ساتھ ہی تین رکعات ادا کرنے کے بعد مغرب و عشاء کا مشترک وقت شروع ہو جاتا ہے۔ ان ہی اوقات سے ہم نمازوں کے درمیان جمع کرنے کے جواز کو سمجھتے ہیں ۔ پس اگر نماز ظہر کو بجا لانے کے فوراً بعد نماز عصر کو ادا کیا جائے ، اور اسی طرح نماز مغرب کو ادا کرنے کے فوراً بعد عشاء کو بجا لایا جائے، تو ایسی جمع بین الصلاتین کو جمع تقدیمی کا نام دیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح نماز ظہر کو کچھ تاخیر سے نماز عصر کے مخصوص وقت سے پہلے ادا کرنا اور پھر نماز عصر کو بجا لانا جائز ہے، البتہ ایسی "جمع بین الصلاتین "کو جمع تاخیری کا نام دیا جاتا ہے۔ اور درجہ ذیل آیت سے اسی جمع کا استفادہ ہوتا ہے:

(اقم الصلاۃ لدلوک الشمس الی غسق الیل وقر ء آن الفجر اَ ن قرآن الفجرکان مشھوداً) [31]

"(اے رسول)سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز (ظہر، عصر، مغرب، عشاء)پڑھا کرو اور نماز صبح (بھی)کیونکہ صبح کی نماز پر (دن اور رات کے فرشتونگی) گواہی ہوتی ہے"

(چوتھی دلیل)

پیغمبر اکرم کا فرمان ہے"۔ صلّوا کما اُصلّی "نماز کو میرے طور طریقے پر بجالاؤ۔ رسول اکرم کے قول ، فعل، اور تقریر (محضر رسول میں کوئی عمل انجام دیا جائے اور رسول اس کا مشاہدہ کرنے کے بعد خاموش رہیں) کو سنت رسول کہا جاتا ہے۔ ہر وہ بات جو پیغمبر کی زبان اقدس سے جاری ہو، اور ہر وہ کام جس کو رسول انجام دیں اور ہر وہ چیز جو پیغمبر کی جانب سے مورد تصدیق و تائید ہو(یعنی جب ان کے سامنے کوئی کام انجام دیا جائے اور وہ اس سے منع نہ کرے)سنت رسول کی حثیت رکھتا ہے"

مذکورہ حدیث میں پیغمبر نے فرمایا : نماز کو ایسے بجا لاؤ جیسے میں بجا لاتا ہوں

"پیغمبر کے قول و فعل اور تقریر (تائید) سے دو نمازوں کے ایک ساتھ پڑھنے اور ان کو جدا جدا کر کے پڑھنے کی سیرت ہمیں ملتی ہے۔ لہٰذا دو نمازوں کو ایک ساتھ جمع کرنا جائز ہے ، کیونکہ پیغمبر اکرم سے منقول تیس(۳۰) سے زیادہ روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ پیغمبر نے اپنی نمازوں کو جمع بین الصلاتےن کی صورت میں ادا کیا،جبکہ یہ روایات،عبداللہ بن عباس،عبداللہ بن عمر، عبداللہ ابن مسعود، ابوہریرہ اورجابربن عبداللہ انصاری جیسے بزرگ اصحاب کے واسطہ سے ، اہل سنت کی معتبر کتابوں(صحاح)میں نقل ہوئی ہیں لیکن مختلف مسالک سے متعلق اکثر فقہاء نے ان روایات کے صحیح اور معتبر ہونے کا اعتراف کرنے کے باوجود ان احادیث کی تاویل، اور ان کے معنیٰ اصلی و حقیقی میں بے جا تصرف اور ردّوبدل کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے مثال کے طور پر، صحیح بخاری کی ابن عباس سے منقول روایت ہے :

پیغمبر اکرم (ص) نے مدینہ میں مغرب و عشاء کی سات رکعات اور ظہر و عصر کی آٹھ رکعات نماز کو جمع کی صورت میں ادا کیا، تو (اس حدیث کے بارے میں) ایوب نے کہا کہ پیغمبر نے شاید ایسا بارش ہونے کی وجہ کیا ہو؟جواب میں کہا گیا ممکن ہے ایسا ہی ہو۔[32]

اس منقولہ روایت میں ہم واضح طورپر اس چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جناب ایوب روایت کو اس کے اصلی معنی ومفاہیم (جو کی جمع بین صلاتین ہے) سے دور کرنا چاہتے تھے، لہذٰا "لعله فی لیلة مطیرة" کے الفاظ کے ساتھ اس کی تاویل کی کہ شاید پیغمبر نے نمازوں کے درمیان یہ جمع بارش کی رات کی ہو۔جبکہ یہ حدیث اور دوسری بہت سی روایات واضح طورپر دو نمازوںکے جمع کے جواز کو بیان کررہی ہیں، اَور جناب ایوب یہ چاہتے تھے کہ اُن کے اس جملہ(لعلّه فی لیلة مطیرة)کے ذریعہ یہ روایت جمع بین الصلاتین پر دلالت نہ کرے۔جبکہ نمازوں کے درمیان جمع کرنے کا جائز ہونا یقینی ہے کیونکہ پیغمبر اکرم نے ایسا کیا ہے۔جیسا کہ مذکورہ احادیث اوردوسری متعدد روایات اس مطلب پر بہت واضح دلیل ہیں اور اس حکم جواز کو سفر اور بیماری کی صورت میں منحصر کرنا ایک مشکوک اور غیر یقینی بات ہے،کیونکہ راوی اپنی طرف سے جمع بین الصلاتین کی علت کو ان الفاظ میں بیان کررہا ہے(لعلّه فی سفرٍو مطرٍ)کہ شاید پیغمبر نے ایسا بارش،سفریا سردی کی وجہ سے کیا ہو؟تو جواب دیا: ہاںشاید ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے بخاری کی ایوب سے نقل کردہ روایت میں اس چیز کا مشاہدہ کیا۔لیکن ہم تو پیغمبر اعظم کے واضح و روشن حکم پر عمل کرینگے،اور ان کا واضح و روشن حکم وہی جواز جمع بین الصلاتےن ہے جو ےقینی حکم ہے اور ہم راوی کے قول کو اُس کی تاویل کرکے صحیح معنیٰ کومشکوک و غیرےقینی بناتے ہیں اس سے صرف نظر کرتے ہیں،اور ایک مسلمان کا وظیفہ بھی یقین پر عمل کرنا اور مشکوک کو ترک کرنا ہے۔

یہ(غلط)تاویل کرنا ایک ایسی بیماری ہے جس میں اکثر اہل سنت کے علماء بتلاء ہونے کی وجہ سے یقین کو چھوڑدےتے ہیں اور شک و ظن پر عمل کرتے ہیں،جبکہ اُن کا عمل قرآن کی مندرجہ ذیل آیت کے بالکل مخالف ہے:

(ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نهاکم عنه فانتهوا)[33]

"جو تم کو رسول دیں اسے لے لواورجس سے منع کردیں اُس سے باز رہو"

مثلاََ اہل سنت کے بزرگ عالم دین فخر رازی اس کا اقرار کرتے ہیں کہ احادیث مذکورہ اور آیۃ شریفہ، نمازوںکے درمیان جمع کرنے کے جواز پر دلالت کررہی ہےں،ان کی عین عبارت آپ کے حاضر خدمت ہے:

"اگر ہم لفظ "الغسق" کے ظاہر اولیہ کو مدّنظر رکھتے ہوئے اس کا معنیٰ "الظلمة" رات کی تاریکی اور اندھیرا" مراد لیں تو غسق سے مراد مغرب کا اوّل وقت ہے۔تو اس بناء پر آیت مذکورہ میں نماز کے تین اوقات بیان کئے گئے ہیں۔

(۱)زوال کا وقت (۲)مغرب کا اول وقت (۳)فجر کا وقت ، اس تقسیم کے اقتضاء کے مطابق زوال ، ظہر اور عصر دونوں کا وقت ہے، لہٰذازوال کا وقت ان دونوں نمازوں کا مشترک وقت شمار ہوگا اوراول مغرب، مغرب و عشاء کا وقت ہوگا اس طرح یہ وقت مغرب و عشاء کا مشترک وقت قرار پاتا ہے۔اس تمام گفتگو کا اقتضاء یہ ہے کہ نماز ظہرو عصر،مغرب و عشاء کو جمع کرنے کی صورت میں ہر حال میں ادا کرنا جائز ہے لیکن چونکہ دلیل موجود ہے جو یہ دلالت کر رہی ہے کہ حالت حضر (کہ جب انسان سفر میں نہ ہو)میں نمازوں کے درمیان جمع کرنا جائز نہیں لہٰذا جمع فقط سفراور بارش وغیرہ جیسے عذر کی بناء پر جائز ہے۔[34]

اس فقیہ و مفسر کا مذکورہ کلام تعجب انگیز ہے کہ اس نے کس طرح آیت (اقم الصلوة لدلوک الشمس الی غسق الیل) سے مطلقاً نماز ظہر و عصراور مغرب و عشاء کے مابین جمع کے جواز کا اظہار کیاہے اورپھر اچانک ہی اپنی رائے یہ کہتے ہوئے تبدیل کردی کہ "الاّ انه دلیل علیٰ الجمع فی الحضر لا یجوز؟"

(لیکن چونکہ دلیل موجود ہے جو یہ دلالت کر رہی ہے کہ حالت حضر (کہ جب انسان سفر میں نہ ہو)میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا جمع فقط سفراور بارش وغیرہ جےسے کسی عذر کی بناء پر جائز ہے)

ہم جناب فخر رازی سے یہ سوال کرتے ہیں کہ خدا و رسول کے واضح فرمان کے بعد وہ کون سی دلیل کا سہارا لے رہے ہیں ؟حالت حضر میں جمع کرنا کیوں حرام ہے؟اس تحریم و حرمت کو کس دلیل سے اخذکیاگیا ہے؟جبکہ قرآن اور سنت رسول دونوں واضح طورپر سفر و حضر میں نمازوں کو اکٹھا ادا کرنے کے جواز کو بیان کر رہی ہیں اورکیا خود پیغمبر اکرم نے عملی طورپر ایسا نہیں کیا؟لہٰذا فخر رازی کا یہ اجتہاد باطل وغلط ہے کیونکہ ان کا یہ اجتہاد قرآن اور سنت رسول کے خلاف ہے بلکہ اس کے مقابلے میں ہے ۔دوسرے الفاظ میں یہ اجتہاد در مقابل نصّ ہے۔

"تیسرا اعتراض"

<۳>

تقیہ کی شرعی حیثیت

کیا اسلام میں تقیہ کرنا جائز ہے ؟

کچھ مسموم قلم کے حامل افراد جن کا مقصد ہی مسلمانوں کے درمیان تفرقہ،دشمنی اور بغض وکینہ ایجاد کرنا ہے حالانکہ ایسے افراد واضح طورپرقرآن کے اس حکم کی مخالفت کر رہے ہیں جس میں یہ ارشاد ہوا ہے:

(وتعاونوا علی البّر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان)[35]

ترجمہ:نیکی اور پرھیزگاری میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں باہم کسی کی مدد نہ کرو۔

جنہوں نے اپنے قلم کو مسلمانوں پر کفر کا فتوا لگانے اور ان کی طرف بہتان اور خرافات وغیرہ کی نسبت دینے کے لئے وقف کر رکھا ہے اور اسی کے ساتھ وہ اس خوش فہمی میں بھی بتلا ہیں کہ وہ بڑا اچھا کام انجام دے رہے ہیں مثال کے طور پر احسان الٰہی ظہیر پاکستانی، عثمان خمیس، اور محب الدین وغیرہ جیسے اہل تفرقہ وباطل افراد جنہوں نے شیعہ حضرات پر تہمتیں لگائیں اور ان کو کافر قرار دیا، فقط اس بناء پر کہ شیعہ اسلام میں تقیہ کے قائل ہیں اور ہمیں ان افتراء پرداز افراد پر تعجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو تو اہل سنت کہلواتے ہیں جبکہ ان افراد نے نہ تو قرآن کو سمجھا ہے اور نہ ہی سنت رسول کو کیونکہ انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان (امیر شام) کی سنت کی پیروی کی ہے اور اسکے نقش قدم پر چلے ہیں اُنھوں نے سنت رسول اکرم کی اتباع نہیں کی ہے۔

ایسا ہی شوروغل کرنے والے ایک گروہ نے مسجد نبوی میں یہ کہتے ہوئے ہمیں گھیر لیا کہ تم (شیعہ) حضرات کا کوئی دین نہیں ہے کیونکہ تم لوگ اسلام کا اظہار تقیہ کے طور پر کرتے ہو، کیونکہ تمہارے نظریہ کے مطابق تقیہ پر عمل نہ کرنے والا بے دین ہوتا ہے۔میں نے فوراً اُن سے سوال کر لیا: اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تم لوگ اسلام پر ایمان رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا! جی ہاں الحمدللہ، میں نے پوچھا کیا تم لوگ قرآن کو مانتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔کیا تم سنت رسول پر ایمان رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا بالکل رکھتے ہیں ۔تو میں نے کہا: تم لوگ جھوٹ بولتے ہو، اگر تم اپنے اس ایمان میں سچے ہوتے تو کبھی بھی تقیہ پر اعتراض نہ کرتے۔کیا قرآن نے واضح طور پر تقیہ کو بیان نہیں کیا؟ کیا پیغمبر اکرم نے تقیہ کے بارے میں ارشاد نہیں فرمایا؟ پھر تم لوگ کس لیے اس چیز کا انکار کرتے ہو؟ تمہارا یہ انکار قرآن و سنت کا انکار ہے اور جو شخص قرآن و سنت کا منکر ہو، وہ بے دین ہے۔پھر میں نے اُن کے سامنے قرآن اور سنت رسول کی روشنی میں تقیہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہر مسلمان شخص کے لئے اپنے عقائد کا محور قرآن و سنت کو قرار دینا ضروری ہے۔ لہٰذا پہلے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں تقیہ کا حکم موجود ہے۔قرآن نے مجبور یا ایسا شخص جسے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہے اُسے تقیہ کرنے کا حکم دیا ہے، اور متعدد آیات میں صاف طور پر اسکا ذکر ہوا ہے، جیسے ارشاد خداوندی ہے:

(و قال رجل مومن من آ ل فرعون یکتم ایمانہ أتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ و قد جاکم بالبینات من ربکم وان یک کاذباًفعلیہ کذبہ وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم اِن اللہ لایھدی من ھومسرف کذاب)[36]

ترجمہ۔اور آل فرعون میں سے ایک ایماندار شخص (حزقیل) نے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا (لوگوں سے) کہا، کیا تم لوگ ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو (صرف) یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس معجزے لے کر آیا ہے اور اگر (بالفرض) وہ شخص جھوٹا ہے تو اُسے اپنے جھوٹ کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور اگر کہیں وہ اپنی

بات میں سچا نکلا تو جس (عذاب)کی تمہیں دھمکی دیتا ہے اُس سے دو چار ہونا پڑے گا ،بیشک خدا اس شخص کی ہدا ے ت نہیں کرتا جو حد سے گزر نیوالا اور جھوٹا ہو"

پس مذکورہ آیت تقیہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے(قال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانه) لہٰذا ایسی مصلحت کی خاطر کہ جس کا تقاضا ایمان کو چھپانا ہو ، اسی کو تقیہ کہا جاتا ہے۔

(۲)قول خداوندی ہے:

(لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من الله فی شئی الّا أن تتقوا منهم تقاةً و یحذرکم الله نفسه و ا لی الله المصیر)[37]

ترجمہ۔اور مومنین ، مومنین کو چھوڑ کے کافروں کو اپنا سرپرست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے گا تو اس کا خدا سے کوئی سروکار نہیں مگر یہ کہ (اسطرح کی پیروی سے)وہ کسی طرح اُن (کے شرّ) سے بچنا چاہتا ہے تو (خیر)اَور خدا تم کو اپنے ہی سے ڈراتا ہے اور خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

قرآن کی یہ آیت کریمہ مومن کے لئے مومن کے علاوہ کسی کافر کو اپنا سرپرست معین کرنے کو حرام کہ رہی ہے،مگر یہ کہ جب اس کو یا دوسرے مومنین کو نقصان پہونچ رہا ہو تو کافر کو سرپرست بنانا جائز ہے کیونکہ مفسدہ کو دور کرنا، حصول مصلحت پر مقدم ہے، جیسا کہ فقہاء نے بھی اس سلسلہ میں یہی کہاہے۔

(۳)ارشادباری تعالیٰ ہے:

(من کفر بالله من بعد ایمانه الّا مَن اکره وقلبه مطمئن بالایمان و لکن من شرح بالکفرصدراًً فعلیهم غضبُ من الله ولهم عذاب عظیم)[38]

ترجمہ۔اُس شخص کے سوا جو (کلمہ کفر پر) مجبور کر دیا جائے اور اُسکا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو، لیکن جو شخص بھی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے بلکہ دل کھول کر کفر کو گلے لگا لے تو ان پر خدا کا غضب ہے اور انکے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔

پس اسلام نے مجبوری کی حالت میں ایک مسلمان کے لئے کفر کا جھوٹا اظہار کرنا جائز قرار دیا ہے، جیسے کسی کو اپنی جان کا خوف ہو یا ایسے ہی کسی دوسرے خطرے سے دوچار ہونے کا ڈر وغیرہ ہو تو اس صورت میں وہ کفار کے ساتھ میل جول رکھ سکتا ہے۔بشرطیکہ اس کا دل ایمان کی طرف مطمئن ہو۔جیسا کہ خود اسلام نے گذشتہ ادوار میں بعض مخصوص واقعات و حالات میں مسلمانوں کو اس بات کی اجازت دی اور اُن کے لئے تقیہ جائز قرار دیا۔جیسے حضرت عمار یاسر کی مثال سب کے سامنے اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تقیہ اور سنت رسول

دوسرے یہ کہ تقیہ سنت رسول کے مطابق بھی جائز ہے اور اس کا حکم(احادیث نبوی)میں موجود ہے۔

مفسرین نے سورہ آل عمران کی آیت

(من کفر باللہ من بعد ایمانه الّا مَن اکره وقلبه مطمئن بالایمان)[39]

"اُس شخص کے سوا جو (کلمہ کفرپر) مجبور کر دیا جائے اور اُسکا دل ایمان کیطرف سے مطمئن ہو"

کے نزول کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ جب مشرکین نے حضرت عمار یاسر اور ان کے ماں باپ، کو سخت عذاب سے دوچار کیا اور ان کو اظہار کفر پر مجبور کیا تو حضرت یاسر اور ان کی زوجہ حضرت سمیّہ اس دردناک عذاب کی وجہ سے دنیا سے چل بسے لیکن عمار یاسر نے مشرکین کی خواہش کے مطابق زبان سے کفر کا اظہار کر دیا، اس وقت جب عمار کے بارے میں یہ کہا جانے لگا کہ عمار نے کفر اختیار کر لیا جب یہ خبر پیغمبر اکرم کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے لوگوں کو منع کیا اور عمار یاسر کے ایمان کی حقانیت کی گواہی دیتے ہوئے یوں فرمایا: خبردار! عمار سر تا پا مجسمہ ایمان ہے، ایمان تو اس کے گوشت و خون میں رچ بس گیا ہے۔

اسی اثناء میں جب حضرت عمار یاسر گریہ کرتے ہوئے پیغمبر اکرم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: عمار! تجھ پر کیا گذری ہے ؟تو حضرت عمار نے جواب دیا بہت برا ہوا اے اللہ کے رسول، میں نے مشرکین کے (جھوٹے)معبودوں کی تعریف کے بدلے نجات پائی ہے اور آپ کی خدمت میں پہنچا ہوں، تو اس وقت پیغمبر اکرم نے عمار کے اشک رواں کو خشک کرتے ہوئے فرمایا اگر دوبارہ کبھی تم ایسی سنگین حالت سے دوچار ہوجاؤ تو ان کے سامنے ایسے ہی الفاظ کی تکرار کرنا۔

پس یہ قرآن اور سنت رسول میں تقیہ کا ثبوت ہے، اور آپ نے مشاہدہ کیا کہ کس طرح قرآن و سنت نبوینے اس کو ثابت اور جائز قرار دیا ہے لیکن یہ جاہل قسم کے افراد نہ تو قرآن کو مانتے ہیں اور نہ ہی سنت رسول پر عمل کرتے ہیں ۔یہ شیعہ ہی ہیں جو قرآن و سنت پر عمل کرتے ہوئے تقیہ کے قائل ہیں اَور اپنی جان، مال، عزت وناموس نیز دین کو خوف و خطرے میں پڑ جانے کی وجہ سے تقیہ کا سہارا لیتے ہیں ۔جیسا کہ شیعیان حیدر کرار نے معاویہ بن ابی سفیان کے دور حکومت میں تقیہ سے کام لیا، جب معاویہ نے اپنی حکومت اور ظلم و ستم کے زمانے میں تمام شہروں میں اپنے تمام کارندوں اور گورنرونکو باقاعدہ اور رسمی طور پر یہ حکم جاری کیا: جس شخص کے بارے میں بھی تمہیں یہ یقین حاصل ہو جائے کہ وہ علی اور اہل بیت علی علیھم السلام کا محب اور چاہنے والا ہے، اُس کا نام وظیفہ اَور تنخواہ کے رجسٹر سے کاٹ دو اور اس کی ساری مراعات ختم کردو، اور ایسے افراد کے لیڈر کو عبرت ناک سزا دو اور اس کے گھر کو منہدم کر دو۔[40]

لہذٰا قرآن و سنت کی روشنی میں تقیہ جائز ہے، مگر یہ کہ کسی اور اہم واجب سے ٹکراؤ کی صورت میں تقیہ پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر امر بالمعروف ، نہی عن المنکر، جہاد نیز اسلام کے خطرے میں پڑ جانے کی صورت میں اُس کے دفاع کا

حکم،تقیہ پر مقدم ہے ۔(اس لئے کہ کسی اہم، احکام اسلام سے ٹکراؤ کی صورت میں تقیہ پر عمل نہیں کیا جائے گا)جیسا کہ سیدالشھداء امام حسین (ع) نے (کربلاء میں)یزید اَور اُس کے ساتھیوں (جنہوں نے اسلامی احکام کے ساتھ ایک کھیل کھیلا) کے ساتھ تقیہ کے بجائے جنگ اور جھاد کے فریضہ کو مقدم قرار دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور سنت رسول میں ہم تقیہ کے عمل کے مباح ہونے نیز اس کے جائز ہونے کا مشاہدہ کرتے ہیں ،جیسا کہ خود پیغمبر اکرم نے حضرت عماربن یاسر کے تقیہ کے عمل کو جائز قرار دیتے ہوئے یوں فرمایا:

"ان عادوا لک فعدلھم بما قلت"۔"اگر دوبارہ کبھی تم انکے ظلم و ستم کا نشانہ بنو تو ایسے ہی عقائد کا اظہار کرنا"

تقیہ کا مفہوم و مطلب یہی ہے جسے پیغمبر اکرم نے واضح انداز میں جائز قرار دیا ہے لیکن ابن تیمیہ، محب الدین الطبری، احسان الہی ظہیر پاکستانی اور عثمان خمیس جیسے دوسرے عرب افراد جنہوں نے قرآن اور سنت رسولکی الف و با کو نہیں سمجھا، صرف اس بناء پر کہ شیعہ قرآن و سنت کے مطابق عمل کرتے ہیں، لہذا ان پریلغار کرتے ہیں اور اُن پر افتراء اورناروا تہمتیں لگاتے ہیں ،شیعوں کا سب سے بڑاگناہ اورقصوریہی ہے جسے قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

(ومانقموا منھم الّا أن یومنوا باالله العزیز الحمید)[41]

ترجمہ"اور اُن کو مومنین کی یہ بات بُری لگتی ہے کہ وہ اس خدا پر ایمان رکھتے ہیں جو ہرچیز پر غالب اور حمد کا سزاوار ہے"

مصادرو منابع

۱۔ قرآن کریم

۲۔ تفسیر کشاف زمخشری

۳۔ تفسیر رازی الکبیر

۴۔ تفسیر طبری

۵۔ تفسیر مجمع البیان(شیخ طبرسی)

۶۔ نہج البلاغہ شرح ابن ابی الحدید

۷۔ سنت نبویہ

۸۔ المستدرک حاکم نیشاپوری

۹۔ صحیح بخاری

۱۰۔ صحیح مسلم

۱۱۔ سنن ترمذی

۱۲۔ سنن ابن ماجہ القزوینی

۱۳۔ صواعق محرقہ، ابن حجر شافعی

۱۴۔ کنزالعمال

۱۵۔ مصحف عبد الرزاق

۱۶۔ مسند البزار

۱۷۔ مسند احمد بن حنبل

۱۸۔ معجم الکبیر

محترم قارئین:۔

یہ کتاب اُن تین اعتراضات کا جواب ہے، جو عقل ودل کے بیمار افراد کی جانب سے پیش کیے گئے جو نہ تو نور علم سے مستفیض ہوئے ہیں اور نہ ہی اُنہوں نے (دین) کے کسی مضبوط و محکم رکن کو اپنی پناہ گاہ قرار دیا ۔وہ تین اعتراضات درجہ ذیل ہیں ۔

(۱)کون سا فرقہ اورکونسا گروہ نجات پانے والا ہے؟

(۲)جمع بین الصلاتین (دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا) کیسے جائز ہے؟

(۳)کیا اسلام میں تقیہ پر عمل کرنا جائز ہے؟

یہ اور اس طرح کے اوردوسرے اعتراضات کہ جن کو مکہ مکرمہ کے حرم مقدس اور مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں میرے سامنے پیش کیے گئے۔یہ مختصر سا کتابچہ نہایت ہی سلیس اَور آسان طرز تحریر میں مذکورہ اعتراضات کا جواب ہے کہ جس سے ہر قسم کا قاری بخوبی استفادہ کر سکتا ہے۔

اور ہم ہر اُس سوال کا مکمل اور تفصیلی جواب دینے کے لئے تیار ہیں جسے ایمیل کے ذریعہ سے ہم تک بھیجا جائے۔

ہمارا ایمیل اڈریس:

Email-ak_ghazvini@alulbayt.org

---

[1] سورہ بقرہ، آیت ۱۴۲

[2] سورہ نحل، آیت ۱۲۵

[3] سورہ الکہف، آیت ۱۰۴

[4] سورہ نساء، آیت ۲۲

[5] سورہ نحل، آیت ۱۰۵

[6] حدیث مذکورہ "افتراق امت " شیعہ اور سنی کی احادیث کی کتابوں میں بکثرت نقل ہوئی ہے صاحب تفسیر الکشاف نے اس حدیث کے بارے میں جو تحریر کیا ہے اس کی عین عبارت یہ ہے "کہ یہ حدیث حضرت علی، امام صادق، و سلیم بن قیس و انس بن مالک و ابوہریرہ و ابودرداء، وجابر بن عبد اللہ انصاری و عبداللہ بن عمر اور عمر بن عاص کے واسطہ سے مختلف الفاظ و مقامات پر پیغمبر اکرم سے نقل ہوئی ہے ۔تفسیر کشاف ج ۲ ص ۸۲، سورہ انعام کی ۱۵۹ کے آیت کے ذیل میں ۔

[7] المستدرک حاکم، ج ۱ ص ۱۲۸، و سنن ترمذی ج ۵ ص ۲۶، سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۴۷۹

[8] سورہ نساء، آیت ۵۹

[9] سورہ حشر، آیت ۷

[10] سورہ نجم، آیت ۳،۴

[11] حاکم نیشاپوری نے کتاب "المستدرک علی الصحیحین ۳، ص۱۶۳ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

[12] حاکم نے مستدرک کی ج۳ ص۱۴۹ میں نقل کرتے ہوئے کہا، یہ حدیث صحیح ہے، اور کتاب صواعق محرقہ ابن حجر ص۹۱ و ۱۴۰ طبع میمنیہ اور ص۱۵۰ اور ۲۳۲ طبع المحمدیہ میں موجود ہے

[13] ترمذی نے مناقب کی ج۵ ص۶۶۳ حدیث ۳۷۸۸ میں نقل کیا ہے، اور مسند احمد بن حنبل ج۳ ص۳۸۸ حدیث ۱۰۷۲۰

[14] اس حدیث کو ترمذی نے مناقب ج۵ ص۶۶۳ حدیث ۳۷۸۸ کے تحت نقل کیا ہے اور مسند احمد بن حنبل ج۳ ص۳۸۸ حدیث ۱۰۷۲۰

[15] اس حدیث کو ترمذی نے مناقب ج۵ ص۶۶۳ حدیث ۳۷۸۸ کے تحت نقل کیا ہے اور مسند احمد بن حنبل ج۳ ص۳۸۸ حدیث ۱۰۷۲۰

[16] سورہ نجم، آیت ۳ و ۴

[17] کنز العمال، ج۱۱ ص۶۱۲، حدیث ۳۳۰۱۸

[18] کنز العمال ج۱۱، ص۶۲۱، حدیث ۳۲۹۶۴

[19] کنز العمال، ج۱۱ ص۶۱۴، حدیث ۳۲۹۷۲

[20] سورہ نساء، آیت ۶۱۔

[21] سورہ اسراء آیت ۷۸

[22] صحیح بخاری ج۱ ص۱۱۳

[23] صحیح بخاری ج۱ ص۱۱۳

[24] سنن ترمذی ج۱ ص۳۵۴، حدیث ۱۸۷ باب، ما جاء فی الجمع

[25] سنن نسائی، ج۱ ص۲۹۰ باب الجمع بین الصلاتین

[26] سنن نسائی ج۱ ص۲۸۶، باب الوقت الذی یجمع فیہ المقیم

[27] مصنف عبد الرزاق ج۲ ص۵۵۲، حدیث ۴۴۳۸،

[28] مسند البزار ج۱، ص۲۸۳، حدیث ۴۲۱

[29] المعجم الکبیر الطبرانی، ج۱۰ ص۲۶۹، حدیث ۱۰۵۲۵

[30] سنن ترمذی، ج ۱ ص ۳۵۴، حدیث ۱۸۷ باب ما جاء فی الجمع

[31] سورہ اسراء، آیت ۷۸

[32] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۰، باب تاخیر الظہر الی العصر

[33] سورہ حشر، آیت ۷

[34] تفسیر رازی، الکبیر، ج ۲۲، ۲۱۔ ص ۲۷

[35] سورہ مائدہ آیت 2.

[36] سورہ الغافر، آیت ۲۷

[37] سورہ آل عمران، آیت ۲۸

[38] سورہ نحل، آیت ۱۰۶

[39] سورہ نحل، آیت ۱۰۶

[40] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۵

[41] سورہ البروج، آیت ۸

فہرست

مقدمہ 4

"پہلا اعتراض" 5

<۱> 5

"کون سا فرقہ، فرقہ ناجیہ (نجات یافتہ) ہے"؟ 5

(حدیث اول) 7

(دوسری حدیث) 8

"دوسرا اعتراض" 11

<۲> 11

کیا دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے؟ 11

جمع بین الصلاتین 11

مذکورہ اعتراض کا جواب: 11

(پہلی دلیل) 11

"قرآن کی واضح و صریح آیت" 11

(دوسری دلیل) 12

"سنت رسول" 12

(تیسری دلیل) 14

"فضیلت کے وقت نماز ادا کرنا مستحب ہے" 14

(چوتھی دلیل) 15

"تیسرا اعتراض" 17

<۳> 17
تقیہ کی شرعی حیثیت 17
کیا اسلام میں تقیہ کرنا جائز ہے؟ 17
تقیہ اور سنت رسول 20
مصادرو منابع 22
محترم قارئین:۔ 23